افکار و اخبار

ایک دلچسپ تاریخی بحث کا آغاز

خان نازی کابلی احراری کے قلم سے

(اس سلسلۂ بحث میں ایڈیٹر کا مراسلہ نگار حضرات سے اتفاق ضروری نہیں ————)

کیا علامہ سید انور شاہ مظفر آبادی مسعودی افغانی تھے؟

مکرمی مولانا سمیع الحق صاحب فاضل حقانی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ———— الحق کے شمارۂ رمضان المبارک میں غازی نے "جگ بیتی اور آپ بیتی" کے عنوان کے تحت "علامہ سید انور شاہ" کے بارے میں جو انکشافات اور سوالات کئے تھے انہیں پڑھ کر صاحبزادہ انظر شاہ صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے اکتوبر ۱۹۸۰ء کے الحق میں انہیں "اکاذیب واغلوطات کا مجموعہ" بتاکر غازی کے خلاف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اور علامہ سید انور شاہؒ اور مولانا سید احمد رضا بجنوری کے افغان یا پختون بتانے پر احتجاج کیا ہے۔ غازی کے نزدیک اور علامہ سید انور شاہؒ اور مولانا سید احمد رضا بجنوری اسی طرح ہی افغان تھے اور ہیں جسطرح مشہور جہاں گرد علامہ سید جمال الدین افغانی تھے۔ کسی سید کا افغانی اور حضرت مجدد الف ثانی کیطرحؒ کابلی "ہونا باعث صد فخر وناز تو ہوسکتا ہے، باعث تحقیر ہرگز نہیں۔

غازی نے جس خیال اور نظریئے سے علامہ سید انور شاہؒ اور مولانا سید احمد رضا بجنوری کو افغان لکھا تھا۔ اس کے تحت تو "دیوبند" اور "دارالعلوم" "دیوبند بھی" "افغانی" ہیں دیوبند میں افغان بادشاہ سکندر لودھی کی تاریخی مسجد اور دارالعلوم دیوبند میں افغان بادشاہ محمد طاہر شاہ کا "باب الظاہر" غازی کے خیال اور نظریئے کی تائید کیلئے موجود ہیں ———— صاحبزادہ سید انظر شاہ نے خود بھی اپنے مکتوب میں یہ تسلیم کیا ہے کہ " ان کے دادا سید معظم شاہ صاحب مظفر آباد (وادیٔ نیلاب) سے منتقل ہوکر موضع "ورنو" (وادیٔ لولاب) میں آئے تھے۔ اس سلسلے میں یہ بھی معلوم ہوکہ جب "غازی" ۱۹ر نومبر ۱۹۸۰ء کو بزرگان دارالعلوم دیوبند کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے گئے تھے۔ تو مولانا سید انور شاہ مظفر آبادی کے مزار پر بھی حاضری دیکر فاتحہ پڑھا اور غازی نے دیکھا کہ حضرۃ کے لوحِ مزار پر "کشمیری" کی نسبت ندارد تھی۔ اسی طرح "الرشید" ساہیوال کے نومبر ۱۹۸۰ء کے شمارے میں جو مضمون حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کا مولانا شبیر احمد عثمانی پر شائع ہوا ہے۔ اس میں جہاں جہاں علامہ سید انور شاہؒ کا ذکرِ جمیل آیا ہے۔ صرف محمد انور شاہ" کے نام سے ہی آیا ہے۔ "کشمیری" کی نسبت کے

ساتھ نہیں آیا ہے۔" غازی" نے تو " جگ بیتی اور آپ بیتی " میں صرف یہی دریافت کیا تھا کہ علامہ سید انور شاہ کے نام کے ساتھ "کشمیری" کی نسبت کب سے اور کن مصلحتوں کے تحت لگی ہے جب کہ "دارالعلوم دیوبند" کے رجسٹر داخلہ میں ان کے نام کے ساتھ مظفر آبادی کی نسبت درج موجود ہے اور وہ " وادی لولاب" کے نہیں بلکہ پختون اور پشتو بولنے والے علاقے "وادی نیلاب" ہیں اور "غازی" کا یہ سوال اب بھی قائم اور تشنۂ جواب ہے۔

صاحبزادہ انظر شاہ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ "مظفر آباد بھی کشمیر میں ہے"۔ لیکن "غازی" اس کے جواب میں عرض پرداز ہیں کہ کسی زمانے میں تو "سارا کشمیر" ہی افغان یا پختون تھا "کاسی" افغانوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے جو آج بھی "نواح کوئٹہ" میں موجود و آباد ہے۔ اسی قبیلہ کی نسبت سے "کاشمیر" یا "کشمیر" بنے ہیں اور اسی قبیلہ کے لوگوں نے ہندوستان میں دریائے گنگا کے کنارے شہر "کاشی" آباد کیا تھا جو اب "بنارس" کے نام سے مشہور ہے۔ "غازی" نے "جگ بیتی اور آپ بیتی" میں علامہ سید انور شاہؒ کو "مسعود بابا" کی نسل سے بتایا تھا۔ اس سلسلے میں صاحبزادہ سید انظر شاہ تو خاموش ہیں لیکن مولانا احمد حسن صاحب نے الحق پڑھ کر جنوبی وزیرستان سے "غازی" کو لکھا ہے کہ "مسعود بابا" کی قبر جنوبی وزیرستان میں ہے، جن سے افغانوں کا مشہور اور مجاہد قبیلہ "مسعود" یا "مسعودی" منسوب ہے۔ مولوی احمد حسن کا پورا مکتوب ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی احمد حسن مسعودی قوم برکی جنوبی وزیرستان ڈاکخانہ کوٹ کئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (پاکستان)

" دلداری از گفتار (یا نگار) خیزد "

"صاحب قدر جناب خان غازی کابلی۔ عمر دراز باشید" السلام علیکم۔ خیریت جانبین نصیب باد الحق رسالہ میں آپ صاحب کا مضمون بندہ نے جب دیکھا تو "مسعود بابا" کے خاندان کا ذکر جو کشمیر میں آباد ہیں ہمیں تعجب میں ڈالا ہے۔ کیونکہ جنوبی وزیرستان میں مسعودی قبائل بکثرت آباد ہیں اور کشمیر کے باشندے ساتھ بوجہ آپ صاحب کے انکشافات کے اشتیاق پیدا ہوا ہے کہ ہمیں ان کے ساتھ رابطہ کی سہولت میسر فرما دیں۔ وہاں کون کون خیل اور ہمارے قبائل ہیں اس طرح برکی خاندان بھی یہاں بکثرت آباد ہیں اور ایک ساتھ بھارت میں بمقام جالندھر یا دکن وغیرہ ہیں۔ اس میں سے اگر ہمیں مطلع فرما دیں تو گم گشتہ قبائل کی جان پہچان ہوگی۔ ہمارے متعلق اگر کوئی خدمت ہو تو بندہ تابعدار و تیار ہے۔"

احمد حسن برکی ۷۸/۱۱/۱

علامہ سید انور شاہ کی اس بحث میں یوں ہی ضمنی طور پر مولانا احمد حسن کے خط کے جواب میں "غازی" عرض پرداز ہیں کہ بھارت کے مشرقی پنجاب کی سرحد پر پاکستان کا مشہور قصبہ "برکی" افغانوں کی یادگار کی غمازی کرتا ہے۔ اسی طرح لدھیانہ اور سلطان پور لودھی وغیرہ لودھی افغانوں کی یادگاریں ہیں۔ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب)

میں قادیان جو احمدیوں کا (قادیانیوں کی جنم بھومی ہے) مرکزی شہر ہے۔ یہ بھی سلطان بہلول لودھی افغان کے عہد کے مشہور عالم "ملاں قادن" کے نام سے منسوب ہے۔ جالندھر میں بیشمار ایسی بستیاں اور محلے وغیرہ اب تک موجود ہیں جن کے نام افغانوں کے قبیلوں سے موسوم ہیں۔ مگر قیام پاکستان کی برکت سے اب یہ افغانوں سے خالی ہو چکے ہیں اور ان میں "ببر سنگھ" اور "لالہ جان" قسم کے لوگ دندنا رہے ہیں۔ افغانوں کا نام تک نہیں ہے۔ اسی طرح کشمیر کے قریباً تمام باشندے نسلاً افغان ہیں اور ان میں سے اکثر اپنے آپ کو "خان" یا "ملک" کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور "سدن" قبیلہ تو "سدوزئی" کا بگڑا ہوا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ کشمیری پنڈتوں کے ایک قبیلہ کا نام بھی "بام زئی" ہے۔ اسی طرح افغانوں کی قومی زبان پشتو کی مثل مشہور ہے "کشمیر خو گنڈا د پختون دہ" یعنی کشمیر تو "پختونوں" یا "افغانوں" کی ایک بیوہ ہے۔ اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر چونکہ بات علامہ سید انور شاہ اور "مسعود بابا" کے خاندان کی ہے اس لئے دوسری باتوں کو اس مضمون میں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ مولانا احمد حسن نے جنوبی وزیرستان سے جو مکتوب "غازی" کو بھیجا ہے۔ اس میں "مسعود بابا" کا ایک طویل شجرہ بھی ہے۔ جس کا اختصار یوں ہے۔

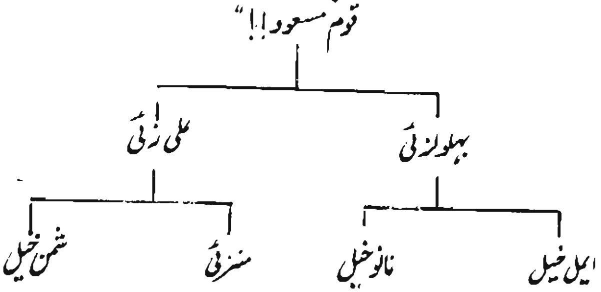

"مسعود بابا" سے منسوب قوم کا شجرہ بہت طویل ہے، لیکن اس میں "شمن خیل" مشہور مجاہد "غازی موسیٰ خان" کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے۔ ان حالات کی موجودگی میں "غازی" نہایت ادب کے ساتھ صاحبزادہ انظر شاہ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ کشمیر کے "مسعودی" "مسعود بابا" کی کس خیل یا خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا پہلا بزرگ جو جنوبی وزیرستان سے ہجرت کر کے کشمیر آیا تھا وہ کون تھا؟ اور یہ بھی بتائیں کہ ان کے والد بزرگوار حضرت علامہ انور شاہ کے نام کے ساتھ "کشمیری" کی نسبت کب اور کس نے کن مصلحتوں کے پیش نظر لگائی گئی ہے۔ اور کیا علامہ سید انور شاہ "پشتو" نہیں جانتے تھے؟ اور انہوں نے کاکول ضلع ہزارہ میں پختون عالم مولانا فضل الدین سے ابتدائی تعلیم حاصل نہیں کی تھی؟ کیا دار العلوم دیوبند کے داخلہ کے رجسٹر میں ان کے نام کے ساتھ "مظفر آبادی" درج نہیں ہے۔

"مسعود بابا" جن کا مزار جنوبی وزیرستان میں ہے اور ان سے منسوب "کشمیری" اور "پاکستانی" مسعودیوں

کے بارے میں "غازی" کو یہ یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ ان کی زبان باوجود ہجرت وطن کے آج بھی پشتو ہے۔ اور اور حضرت مولانا سعید مسعودی آف گاندھربل سری نگر تو پشتو کے اچھے خاصے عالم اور اسکالر بھی ہیں۔

مختصر یہ کہ "وادی لولاب" اور "وادی نیلاب" یعنی ہندوستانی اور پاکستانی مسعودی دونوں پشتو جانتے ہیں۔ اور بولتے ہیں، البتہ جو "مسعودی" اپنی قوم اور اصل سے کٹ کر بکھر گئے ہیں۔ وہ ایسے ہی پشتو کو بھول گئے ہیں۔ جیسے دوسرے افغانی بھول گئے ہیں اور اب رامپور، بھوپال وغیرہ میں بس کر صرف نسلاً افغان ہونے پر فخر کرتے ہیں آخر میں "غازی" نہایت ادب و احترام کے ساتھ صاحبزادہ انظر شاہ صاحب سے عرض پرداز ہیں کہ وہ مندرجہ بالا گذارشات پر محققانہ اور عالمانہ انداز میں روشنی ڈالیں" اکاذیب و اغلوطات" کی باتوں سے خالص تاریخی اور علمی مسئلے سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ علامہ سید انور شاہؒ کے صاحبزادے ہونے کے ناطے ان کی گالیوں سے "غازی" بے مزا نہیں بلکہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسے بزرگ کے پیارے صاحبزادے ہیں جن سے "احرار اسلام" اور "تودیان کرام تمام" دونوں کا نیاز مندانہ تعلق رہا ہے۔ اس لئے "غازی" ان کی پیاری اور تلخ گالیوں کو بھی ہضم کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور جواب میں صرف دادا استاد داغ کا یہ شعر عرض کرتے ہیں ؎

اے "خان" بُرا مان نہ تو ان کے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی

ص ۱۴ سے آگے ؛

استاد عبدالعزیز المیمنی کا آخری مضمون جو میرے خیال میں چھپا وہ "مجلة المجمع العلمی الهندی" جمادی الآخر ۱۳۹۶ھ (جون ۱۹۷۶ء) علی گڑھ میں تھا جس کا پورا عنوان یہ تھا: "ابو عمر الزاهد"

وہ اس رسالہ کے ص۱ - ص۹ پر مشتمل ہے، جس کے آخر میں "علی گڑھ (الہند)" طبع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے ابتدا میں رئیس التحریر الدکتور مختار الدین احمد نے لکھا ہے:

"تمتاز جامعة عليكڑھ (الهند) الاسلامية من بين جامعات الهند بانها قد
خصص فيها كرسي للعربية قبل الجامعات الاخرى لشخصيات علمية بارزة لها
الماني الدكتور هو رفنتز، استاذ كرينكو، استاذ اوتو الشبير والفاضل الكبير العلامة
عبد العزيز الميمني ـــ"

اور یہ رسالہ علی گڑھ (ہند) سے حال میں ہی دستیاب ہوا ہے۔ مگر مولانا عبدالعزیز المیمنی کا انتقال بعمر چھیانوے [۹۶] سال ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو ہوا۔ یہ متذکرہ رسالہ میرے خیال میں مولانا کی نظر سے نہیں گذرا جس میں آپ کا یہ مقالہ علی گڑھ میں طبع ہوا یعنی اس طویل عمر کے آخر تک آپ علمی کام کرتے رہے ـــ نہ معلوم انہوں نے کیا کیا علاوہ کتاب کے مجلات میں لکھا ہے ـــ